بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

خبر ہے علی گڈھ مسلم یونیورسٹی ایکٹ میں چند تبدیلیاں پارلیمنٹ کے زیرِ غور ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ یونیورسٹی میں داخلہ ہر فرقہ کے طلبار کا ہوگا دوسرے یہ کہ یونیورسٹی کورٹ کی ممبرشپ صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص نہ رہے گی تیسرے یہ کہ دینیات کا مضمون جبری نہیں ہوگا اور اگر ان سب تبدیلیوں کو مان لیا جائے تو پھر یہ ظاہر ہے کہ یونیورسٹی کو "مسلم یونیورسٹی" کہنے کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے، اخبارات میں ایکٹ کی ان مجوزہ تبدیلیوں کے متعلق موافق اور مخالف دونوں قسم کی رائیں ظاہر کی جارہی ہیں اور اس طرح گویا ایک اچھا خاصہ معرکۂ بحث و تحیص قایم ہوگیا ہے حالانکہ صورت معاملہ اس قدر صاف، واضح اور غیر مبہم ہے کہ اس کے متعلق دو رائیں ہو ہی نہیں سکتیں۔

سب سے پہلے غور اس پر کرنا چاہئے کہ یونیورسٹی کے بانیوں نے یونیورسٹی کا نام جو "مسلم یونیورسٹی" رکھا تھا تو کیا اس کا مقصد فرقہ پرستی تھا؟ کیا یہ اس لئے تھا کہ اس میں صرف مسلمان طلبا تعلیم پاسکیں گے اور غیر مسلم طلبار کا اس میں داخلہ نہ ہوسکے گا؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے کسی ایک سوال کا جواب بھی اثبات میں نہیں ہوسکتا کون نہیں جانتا کہ یونیورسٹی کا دروازہ ہر فرقہ اور ہر مذہب کے طلبار پر کھلا رہا ہے اور صرف یہ ہی نہیں بلکہ جیسا کہ نواب محسن الملک مرحوم نے اپنے خط میں جو اَب تک متعدد اخبارات میں نقل ہوچکا ہے لکھا ہے غیر مسلم طلبا کو ان کے اپنے کلچر اور تہذیب قومی کے مطابق قیام و طعام کی سہولتیں اور عبادت کی آسانیاں بھی مہیا کی جاتی رہی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جب صورت حال یہ ہے تو یونیورسٹی کو مسلم کہنے کی وجہ کیا تھی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی دو وجہیں تھیں (۱) ایک یہ کہ مسلمان تعلیم میں اور اقتصادی خوشحالی میں اپنے برادران وطن سے بہت پیچھے تھے اس بنا پر ضرورت تھی کہ ایسی درسگاہ قائم کی جائے جس میں غریب سے غریب گھر کے مسلمان بچے بھی زیادہ سے زیادہ تعداد میں تعلیم پاسکیں اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ مقصد ان مشترک تعلیم گاہوں سے حاصل نہیں ہوسکتا تھا جو سب کچھ یا بہت بڑی حد تک برادران وطن کے روپیہ سے چل رہی تھیں اور یا جو گورنمنٹ

کی اپنی درسگاہیں تھیں کیونکہ ان دونوں قسم کی درسگاہوں میں مسلمان طلبہ کا داخلہ زیادہ سے زیادہ تناسب آبادی کے مطابق مل سکتا تھا اور اس بنا پر مسلمانوں میں تعلیم عام نہیں ہوسکتی تھی۔

(۲) اس کے علاوہ دوسری وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کو کم از کم ایک ایسی درس گاہ کی ضرورت تھی جس میں علوم جدیدہ کی اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلامی تہذیب و کلچر کی بنیاد پر طلبا کی اخلاقی اور ذہنی تربیت کی جائے اس مقصد کے لئے ضروری تھا کہ دینیات کو جبری مضمون کی حیثیت دی جائے اور ساتھ ہی عربی، فارسی اردو اور اسلامی تاریخ کی تعلیم کا اہتمام و انتظام نسبتہً وسیع اور بلند پیمانہ پر کیا جائے علاوہ بریں طلبار کی خاص خاص انجمنیں اور سوسائٹیاں ہوں جن کے ذریعہ طلبار میں ایک مخصوص کردار اور ایک خاص طرز زندگی پیدا کیا جائے۔

مذکورہ بالا دو وجہوں میں سے جہاں تک پہلی وجہ کا تعلق ہے اس کی واقعیت سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا اور اگر آج ایک سیکولر گورنمنٹ بھی ملک کے بعض پسماندہ طبقوں کے لئے بعض خاص خاص مراعات کرسکتی ہے اور اس سے گورنمنٹ کے سیکولرازم پر کوئی حرف نہیں آتا تو پھر ایک پسماندہ طبقہ کو خود یہ حق کیوں حاصل نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنے ہی طبقہ کے لڑکوں کو زیادہ سے زیادہ تعلیمی سہولتیں بہم پہنچانے کا ذمہ لے اور اس کے لئے ایک الگ درسگاہ قایم کرے رہی دوسری وجہ! تو اگر اسلامی تہذیب و کلچر دنیا کا کوئی واقعی عظیم الشان کلچر ہے تو جس طرح کیمبرج اور آکسفورڈ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مغربی تہذیب و کلچر کے ساتھ اور ہندو بنارس یونیورسٹی اور شانتی نکیتن وغیرہ ہندو تہذیب و کلچر کے ماحول و فضا کے ساتھ علوم و فنون کی تعلیم کا انتظام و اہتمام کریں تو پھر کم از کم ایک یونیورسٹی کو یہ حق کیوں نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنے ہاں اسلامی تہذیب و کلچر کے ماحول و فضا کے ساتھ تعلیم کا بندوبست کرے اس میں کلام نہیں کہ کسی قوم کے کلچر کی تعمیر و تشکیل میں اس کے مذہبی معتقدات و رجحانات کو بھی دخل ہوتا ہے لیکن کلچر کو مذہب کے ہم معنی سمجھنا پرلے درجہ کی ناواقفیت اور بے خبری ہے آج ہمارے ملک میں ہی کتنے ہیں جو مذہبًا ہندو ہیں یا مسلمان لیکن مغربی تہذیب و کلچر کے دلدادہ و فریفتہ ہیں اس بنا پر کوئی درسگاہ ایسی جس میں اسلامی تہذیب و کلچر کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہو اس کی نسبت یہ سمجھنا کہ وہ کسی ایک خاص مذہب کے لوگوں کی ہی درسگاہ ہے سخت ترین غلطی ہے اور یہی وجہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے بانیوں نے اس درسگاہ کا دروازہ غیر مسلم طلبا

پر کبھی بند نہیں کیا البتہ یہ ضرور ہے کہ جو طالب علم بھی یہاں داخل ہوگا وہ اسلامی تہذیب و کلچر کے اثرات سے بالکل الگ نہیں رہ سکے گا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ وہ وجہیں جن کے باعث علی گڈھ یونیورسٹی کا نام مسلم یونیورسٹی رکھا گیا تھا اور جو جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا نہایت معقول اور صحیح وجہیں تھیں اب بھی موجود ہیں یا نہیں؟ تو کون کہہ سکتا ہے کہ یہ اب موجود نہیں ہیں بلکہ جس وقت یونیورسٹی کی بنا رکھی گئی تھی اس کی بہ نسبت اب کہیں زیادہ شدت کے ساتھ موجود ہیں اس بنا پر کوئی وجہ نہیں کہ یونیورسٹی کے نام سے مسلم کے لفظ کو اڑایا جائے۔

رہی یہ بات کہ حکومت چونکہ سیکولر ہے اس بنا پر یونیورسٹی کے نام کے ساتھ اگر لفظ مسلم لگا رہا تو وہ حکومت کی گرانٹ کی مستحق نہیں ہوگی تو سوال یہ ہے کہ سیکولرزم کے معنی کیا ہیں؟ کیا اس کے معنی اینٹی مذہب اور اینٹی کلچر کے ہیں ظاہر ہے کہ سیکولرازم کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ایسی حکومت جس کا اپنا خود کوئی مذہب نہیں ہے اور اس بنا پر اس کا برتاؤ ہر مذہب اور ہر فرقہ اور ہر کلچر کے لوگوں کے ساتھ یکساں ہوگا اور وہ ہر ایک کی سرپرستی، مساوات و برابری کے جذبہ سے کرے گی اس صورت میں حکومت کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے ملک کے مختلف کلچروں کی نگہداشت اور حفاظت کرے اور اس میں اپنی و اُن کے فرق و امتیاز کو گوارا نہ کرے بہرحال ان وجوہ مذکورہ بالا کی بنا پر ہماری قطعی رائے ہے کہ بنارس یونیورسٹی کے ساتھ لفظ ہندو اور علیگڈھ یونیورسٹی کے ساتھ لفظ مسلم ضرور لگا رہنا چاہیے لیکن ان دونوں یونیورسٹیوں کی حیثیت فرقہ وارانہ ہونے کے بجائے کلچرل یونیورسٹیوں کی ہونی چاہیے یعنی بنارس میں مسلمانوں اور علی گڈھ میں ہندو طلبہ کے داخلہ کی اجازت ہونی چاہیے ایک جگہ ہندو دینیات جبری ہو اور دوسری جگہ اسلامی دینیات جن طلباء کو ہندو تہذیب و کلچر کے ماحول میں تعلیم حاصل کرنے کا شوق ہو وہ بنارس جائیں اور جن کو اسلامی تہذیب و کلچر کی فضا سے دلچسپی ہو وہ علی گڈھ آئیں۔

جو لوگ بات بات میں گاندھی جی کا نام لیتے ہیں ان کی عبرت کے لئے ہم ذیل میں ایک واقعہ بیان کرتے ہیں اگرچہ ہم ایک مدت پہلے بھی اس کو برہان میں نقل کر چکے ہیں جناب شفیق الرحمٰن صاحب قدوائی جو جامعہ ملیہ اسلامیہ کے ارکان واعیان میں سے ہیں بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ جامعہ کی مالی حالت حد درجہ سقیم ہو گئی تھی اس پر غور کرنے کے لئے ڈاکٹر انصاری مرحوم کے مکان پر ایک اجتماع ہوا جس میں حکیم اجمل خاں اور گاندھی جی بھی تھے بحث و گفتگو کے دوران میں سیٹھ جمنالال بجاج جو اس وقت جامعہ کے خزانچی تھے بولے کہ اگر جامعہ کے نام سے "اسلامیہ" کا لفظ اڑا دیا جائے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہندوؤں سے ہی لاکھوں روپیہ چندہ کے میں لے سکتا ہوں گاندھی جی جو گاؤ تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے یہ سنتے ہی سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا! "ہیں! بجاج یہ تم کیا کہتے ہو میں نے تو یہ جامعہ قائم ہی اس مقصد کے لئے کی تھی کہ یہاں اسلامی تہذیب و کلچر کے ساتھ انگریزی علوم و فنون کی تعلیم دی جائے تاکہ اگر کل میں اپنے لڑکے دیوی داس کو اسلامی تہذیب و کلچر سے